اشاعت خاص
صد سالہ
عرس
امام احمد رضا

محمد عبدالرشید
رضوی قادری



امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور مولانا سید اسماعیل خلیل مکی

(تعلقات و روابط کا مختصر جائزہ)

مصنف

محقق رضویات
علامہ غلام مصطفیٰ رضوی (انڈیا)

باہتمام
محمد شرافت علی قادری رضوی
مہتمم جامعہ حنفیہ کرول سمندری (پاکستان)

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی سمندری فیصل آباد



رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مولانا

امام احمد رضا اور سید اسماعیل خلیل مکی

(تعلقات وروابط کا مختصر جائزہ)

مصنف

محقق رضویات

علامہ غلام مصطفیٰ رضوی (انڈیا)

باہتمام

محمد شرافت علی قادری رضوی

مہتمم جامعہ حنفیہ کرول سمندری (پاکستان)

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی سمندری آفس فیصل آباد

ادارہ کی دیگر کتب



ناشر

رضا اسلامک ریسرچ سنٹر سمندری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشاعت خاص صد سالہ عرس امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
اور
مولانا سید اسمٰعیل خلیل مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مؤلف

محقق رضویات
علامہ غلام مصطفیٰ رضوی

بیاد

اُستاذ العلماء شیخ الحدیث
پیر ابو محمد محمد عبدالرشید قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی

تصویر نائب محدث اعظم پاکستان
صاحبزادہ پیر ابوالحسن محمد غوث رضوی صاحب
سجادہ نشین آستانہ عالیہ سمندری شریف (پاکستان)

اہتمام

محمد شرافت علی قادری رضوی
مہتمم: جامعہ حنفیہ کرول سمندری (پاکستان)

نام کتاب	امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا سید اسمٰعیل خلیل مکی رحمۃ اللہ علیہ
مرتب	محقق رضویات علامہ غلام مصطفیٰ رضوی
پسند فرمودہ	خورشید ملت علامہ ڈاکٹر خادم حسین خورشید صاحب
خصوصی تعاون	الحاج میاں لیاقت علی ۴۳۹ مہالم گ۔ب سمندری
با اہتمام	محمد شرافت علی قادری رضوی 0344-8672550 چیئرمین رشد الایمان فاؤنڈیشن سمندری
تعداد	۱۱۰۰
کمپوزنگ	سبحان کمپیوٹر اینڈ پرنٹرز فیصل آباد
ناشر	رشد الایمان فاؤنڈیشن سمندری (پاکستان)

حرمین طیبین میں نصف صدی سے پیش تر عثمانی عہد میں تمام مناصب جلیلہ پر علماے اہل سنت فائز تھے۔ انگریزوں کی برسوں کی سازش کے نتیجے میں وہابی نجدی فرقے سے تعلق رکھنے والے افراد نے حرمین پر یلغار کی اور تشدد و جبر کے سہارے حرمین پر قابض ہوئے۔ بہ زور قوت علماے اہل سنت کو بے دخل کر دیا اور اپنے فکر و خیال کے افراد کو متعین کیا، سعودی عہد کا آغاز ۱۹۲۴ء میں ہوا۔ محمد بہاء الدین شاہ لکھتے ہیں:

سعودی عہد میں اہل مکہ مکرمہ کا مسجد الحرام کی امامت و خطابت سے محروم کیا جانا، پھر انھیں مسجد الحرام میں تدریس سے الگ کرنا، دار الافتا کی مسجد الحرام سے علاقۂ نجد میں منتقلی، یہ سب اس کا ثبوت ہیں کہ مکہ مکرمہ جہاں سے اسلام طلوع ہوا اس کے باشندے ماضی کی طرح آج بھی سعودی حکمرانوں اور علماے نجد کے برعکس مسلک اہل سنت و جماعت پر عمل پیرا ہیں۔ ا؎

حرمین مقدس سے علماے ہند کے تعلقات و مراسم کی کڑیاں ماضی بعید سے پیوستہ ہیں۔ عثمانی عہد جو کئی صدیوں پر محیط ہے اس عہد میں عرب و ہند تعلقات میں مزید پختگی آئی۔ عالم اسلام کے علما حرمین طیبین حاضر ہوتے وہاں کے جید و اکابر علما سے درس لیتے، تفسیر و حدیث اور دیگر علوم دینیہ کی سند طلب کرتے۔ سعادتوں کا یہ سلسلہ آگے بڑھتا رہا۔

انقلاب آتے رہے۔ صہیونی افکار کی یلغار اور اندرونِ خانہ سازشوں نے قوم کو مضمحل کر کے چھوڑا۔ اُدھر حجاز مقدس میں نجدی عقائد کا ''سعودی انقلاب'' آیا، اِدھر ہند میں نئی نئی جماعتیں وجود پائیں۔ اغواے فکر و نظر کے لیے ایسے لٹریچر سامنے آئے جن میں شان و عظمت خدا عزوجل و رسول ﷺ میں کھلی بے ادبیاں و گستاخیاں کی گئیں۔ یوں ایمان کی زمین کو بنجر کرنے میں توانائیاں صرف کی گئیں۔

ہندوستان کے شہر بریلی میں امام احمد رضا قادری برکاتی محدث بریلوی ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء میں پیدا ہوتے ہیں۔ آپ نے سلف صالحین کے مسلک حق کی پر زور حمایت کی اور اسلام کی سچی راہ کی طرف بلایا، نو پید فرقوں کی سختی سے تردید کی۔ اور ایک بڑی تباہی سے قوم کو بچایا۔ آپ کی کاوشوں کے نتیجے میں ایمان و ایقان کی خوش بو پھیل گئی اور نفاق کی چادر تار تار ہوگئی...... امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے ادب و احترام سکھایا...... بارگاہِ الٰہی کا ادب...... بارگاہِ رسالت کا ادب...... محبوبانِ خدا کا ادب...... سلف صالحین کا ادب...... بے شک جو مؤدب رہا وہ کام یاب رہا...... وہ سلف صالحین کی تعلیمات کے ترجمان تھے...... وہ چاہتے تھے کہ مسلمان اسلامی احکام کا عامل بنے اور دانش فرنگ کی ظاہری روشنی نگاہوں کو اپنا اسیر نہ بنا سکے ؎

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانش فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ و نجف

شہرۂ آفاق شخصیت:

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات کا چرچا بہت جلد عام ہو گیا...... ہند سے عرب تک اور مشرق سے مغرب تک، بہ قول پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد:

ان کی شخصیت معمولی شخصیت نہیں، چودھویں صدی ہجری کے آغاز ہی میں ان کا شہرہ پاک و ہند کی سرحدیں عبور کر کے حرمین شریفین، بلاد اسلامیہ، برما، چین، روس، امریکہ اور افریقا تک پہنچ گیا تھا۔ اور وہ مرجع ہر خاص و عام ہو گئے تھے۔ ۲؎

آپ کی فکر و بصیرت اور فہم و فراست کو دیکھ کر ڈاکٹر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں:

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ عالم اسلام کے عظیم دانائے راز تھے، ان کی مومنانہ فراست و بصیرت اپنے زمانہ سے آگے دیکھتی تھی...... انھوں نے جو کچھ کہا مستقبل نے تصدیق کی...... ۳؎ سچ ہے کہ ؎

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی آفاقی شخصیت نے فکر و نظر کو متاثر کیا...... ان کی مومنانہ بصیرت نے ذہنوں کو بیدار کیا...... ایمان کو تازہ کیا...... علم و دانش کی انجمن کے خوشہ چینوں کو متاثر کیا...... عالم اسلام کے عظیم فقہا و علما آپ کی طرف مائل ہوئے اور اپنے الجھے ہوئے مسائل کا حل چاہا...... آپ کی علمی شان اور فکری آن بان کو کلمات تحسین سے نوازا...... آپ کی فراست اور مومنانہ بصیرت نے علماے حرمین اور مفکرین ملت کو مائل کیا۔

اسی مومنانہ فراست و بصیرت نے شاعر مشرق اقبالؔ کو متاثر کیا اور وہ کہہ اٹھے:

ہندوستان کے اس دور متاخرین میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ بہ مشکل ملے گا۔ ۴؎

اسی مومنانہ فراست و بصیرت نے ڈاکٹر ضیاء الدین احمد سابق وائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ (م ۱۹۴۷ء) کو متاثر کیا اور انھوں علم ریاضی میں استفادہ کے بعد برجستہ کہا: صحیح معنوں میں یہ ہستی نوبل پرائز کی مستحق ہے۔ ۵؎

اسی مومنانہ فراست و بصیرت نے مسجد الحرام کے شیخ الخطبا شیخ احمد ابوالخیر میرداد کی

(۱۲۵۹ھ-۱۳۳۵ھ) کو متاثر کیا اور وہ امام احمد رضا کی علم غیب مصطفیٰ ﷺ پر عربی تصنیف الدولة المكية بالمادة الغيبية (۱۳۲۳ھ) سن کر مسرور ہوئے اور بے ساختہ فرمایا:

انا اقبل ارجلكم انا اقبل نعالكم

''میں تمہارے قدموں کو بوسہ دوں میں تمہارے جوتوں کو بوسہ دوں۔''٦؎

القاب وآداب:

عرب کے وہ مشاہیر علما جو عالم اسلام کے مرجع تھے، انھوں نے امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی اصابت فکر اور علمی صلاحیت کے جلوے دیکھ لینے کے بعد ''عین الیقین'' اور ''علم الیقین'' کی بنیاد پر عمدہ سے عمدہ القاب وآداب سے یاد کیا۔ معاصرین میں دیے جانے والے القاب کا جامع پایا...... ان کے القاب سے اندازا ہوتا ہے کہ امام احمد رضا عبقری شان کے مالک تھے، اور عالم اسلام کے لیے باعث فخر...... وہ ''برکۃ الزمان'' بھی ہیں اور ''الشیخ الکبیر'' بھی...... وہ ''وحید العصر'' بھی ہیں اور ''سید العلما'' بھی...... وہ ''علامۃ الزمان'' بھی ہیں اور ''امام المحدثین'' بھی ۷؎......
الغرض علماے حرمین نے امام احمد رضا کی مدح میں اپنی زبانیں تر رکھیں اور تجدیدی شان کو سراہا۔

امام احمد رضا کے علماے حرمین سے تعلقات:

جب ہم علماے حرمین سے امام احمد رضا کے تعلقات کا جائزہ لیتے ہیں تو تین جہتیں سامنے آتی ہیں:

جہت اول:

۱۲۹۵ھ میں امام احمد رضا نے پہلا سفر حج اپنے والد ماجد علامہ نقی علی خاں کے ہم راہ فرمایا۔ ایک دن مسجد الحرام میں نماز مغرب کے بعد امام حرم شیخ الخطباء والائمہ علامہ شیخ سید حسین بن صالح جمل اللیل مکی شافعی (م ۱۳۰۵ھ/۱۸۸۷ء) نے بلا تعارف سابق آپ کا ہاتھ پکڑا اور دیر تک پیشانی کا مشاہدہ کرتے رہے اور فرمایا:

انی لاجد نور الله فی هذا الجبين

''بے شک میں اللہ کا نور اس پیشانی میں پاتا ہوں''

اور صحاح ستہ و سلسلۂ قادریہ کی اجازت اپنے دست مبارک سے تحریر فرما کر عطا کی۔ ۸؎

اسی سفر میں حرم مقدس کے اکابر علما مفتی احناف علامہ شیخ عبدالرحمن سراج حنفی مکی

(م ۱۳۱۴ھ/۱۸۹۶ء) اور مفتی شافعیہ علامہ سید احمد بن زینی دحلان مکی (م ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء) نے تفسیر وحدیث و دیگر علوم اسلامیہ کی سند و اجازت سے نوازا۔

جہت دوم:

۱۳۱۶ھ میں تحریک ندوہ کے لا دینی نظریات کا پردہ چاک کرنے کے لیے امام احمد رضا نے ۲۸؍سوال و جواب پر مشتمل کتاب ''فتاوی الحرمین برجف ندوة المين'' (۱۳۱۷ھ) تصنیف کی، جسے تصدیق کے لیے علماے حرمین کی خدمت میں بھیجا۔ اس پر ۲۲؍علماے حرمین نے فتاویٰ وتصدیقات تحریر فرمائے۔ اور مصنف کو عمدہ القاب سے یاد کیا اور دینی وعلمی بصیرت کا کھلے دل سے اعتراف کیا۔ اس کتاب سے برصغیر میں نئے پیدا ہونے والے فتنوں کے سد باب میں امام احمد رضا کی عالمی کوششوں کا نقش علماے حرمین کے دلوں پر ثبت ہوا۔ یہ کتاب ۱۳۱۷ھ میں ممبئی سے اردو ترجمہ کے ساتھ شائع ہوئی۔ استنبول سے اس کے عربی متن کے متعدد ایڈیشن طبع ہو کر تقسیم ہوئے۔ ۹؎

جہت سوم:

۱۳۲۳ھ میں امام احمد رضا نے دوسرا سفر حج کیا جو بڑا منفرد واہم ثابت ہوا۔ اس میں امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی علماے اسلام بالخصوص علماے حرمین میں وہ قدر و منزلت ہوئی جس کی مثال نہیں ملتی کہ کسی غیر عرب کی اس طرح پذیرائی ہوئی کہ اکابر علما تعظیم و اکرام سے پیش آئے، محبت و شفقت سے نوازا اور اسانید و اجازات کثرت سے طلب کیں اور سلاسل طریقت کی خلافت بھی لی۔ اس سفر میں دو ماہ سے زائد مدت آپ مکہ مکرمہ میں مقیم رہے بعد ازاں مدینہ منورہ گئے۔
امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی مقبولیت سے متعلق علامہ حامد رضا خاں (م ۱۹۴۳ء) مشاہدہ بیان کرتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنی زمین میں آپ کی مقبولیت رکھ دی گویا مکہ مکرمہ میں کارکنان قضا و قدر سے ندا کروا دی گئی کہ اے اہل صفا! جلدی چلو مصطفیٰ (ﷺ) کا غلام آیا ہوا ہے تو ہم نے وہاں کے علماے کرام کو آپ کی جانب تیز تیز آتے دیکھا اور اکابر عظما کو آپ کی تعظیم و توقیر میں جلدی کرتے دیکھا۔ ۱۰؎

ڈاکٹر محمد مسعود احمد (م ۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء) رقم طراز ہیں:

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت حرمین شریفین اور عالم اسلام میں جانی پہچانی تھی اور ان

کے علم وفضل کا عوام وخواص میں چرچا تھا۔۱۱؎

اسی سفر میں ارض مقدس کے علما کے استفسار پر آپ نے کئی کتابیں تصنیف کی جن میں دو کتابیں زیادہ اہم ہیں:

(۱) کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم (۱۳۲۴ھ)

(۲) الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ (۱۳۲۳ھ) ۱۲؎

حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین (۱۳۲۴ھ)

علامہ فضل رسول بدایونی (م ۱۲۸۹ھ) کی تصنیف ''المعتقد المنتقد'' پر امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے حاشیہ لکھا بہ نام ''المعتمد المستند''۱۳؎ پھر اسی سفر میں اس کا خلاصہ علماے حرمین کی خدمت میں پیش کیا اور ان سے اس پر تصدیق چاہی، جس پر ۳۳؍علما نے تصدیقات لکھیں اور ہندوستان میں پیدا ہونے والے بعض نئے فرقوں کو ان کی کفریہ عبارتوں کی بنیاد پر کافر قرار دیا، ان میں دیابنہ اور قادیانی بھی شامل ہیں۔ ''حسام الحرمین'' ۳۳؍علما کی تقاریظ کے ساتھ ہند و پاک سے (عربی مع اردو ترجمہ) مطبوع ہے جب کہ کئی زبانوں میں اس کا ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔

مولانا سید اسمٰعیل خلیل مکی:

علماے حرمین میں مولانا سید اسمٰعیل خلیل مکی کا مقام ممتاز تھا۔ آپ مسجد الحرام کے کتب خانہ کے منتظم تھے اور ''محافظ کتب حرم'' کہلاتے تھے۔ آپ کا مکتبہ عالم اسلام کے جید علما کا گلستاں تھا، جہاں علمی مذاکرے بھی ہوتے اور مفید مباحثے بھی۔ آپ امام احمد رضا کے فدائی و شیدائی تھے، تفصیل آگے آتی ہے۔ عبدالحق انصاری لکھتے ہیں:

وہ (مولانا سید اسمٰعیل) مکہ معظّمہ میں پیدا ہوئے اور استنبول میں وصال فرمایا۔ وہ حنفی عالم اور کتب خانۂ حرم (مکہ معظّمہ) کے مدیر تھے۔ (قیام مکہ معظّمہ کے زمانے میں) امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے علمی مجالس کا تذکرہ ''الملفوظ'' میں فرمایا ہے۔ قیام حجاز کے زمانے میں وہ امام احمد رضا کی قیام گاہ پر مستقل تشریف لاتے۔ آپ کے خطوط محدث بریلوی کے نام ملتے ہیں۔ ۱۳۲۸ھ میں وہ بریلی بھی تشریف لائے۔ آپ نے امام احمد رضا سے خلافت پائی اور امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف پر تصدیقات وتقاریظ بھی لکھیں۔۱۴؎

آپ کے چھوٹے بھائی مولانا سید مصطفیٰ خلیل آفندی مکی (م ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء) بھی

امام احمد رضا سے شرف خلافت رکھتے تھے اور ۱۳۲۳ھ میں امام احمد رضا کے قیام مکہ معظّمہ کے زمانے میں استفادۂ علمی فرمایا تھا۔

آپ کے اساتذہ میں نمایاں نام مولانا عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکی (۱۲۵۲ھ۔۱۳۳۳ھ) کا ہے جن سے متعلق محمد بہاء الدین شاہ لکھتے ہیں:

مولانا عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکی پچاس برس تک مکہ مکرمہ میں مقیم رہے اور وہیں وفات پائی، اس دوران آپ نے عربی میں تصنیف وتالیف کے ساتھ ساتھ درس وتدریس پر بھی بھرپور توجہ دی اور اسلامی دنیا کے لاتعداد طلبا نے آپ سے استفادہ کیا اور اپنے دور کے اکابر علما میں شمار ہوئے۔۱۵؎

مولانا سید اسمٰعیل خلیل مکی کسی علمی ضرورت کے تحت استنبول تشریف لے گئے کہ سفر آخرت درپیش ہوا اور ۱۳۳۰ھ میں وصال فرمایا اور وہیں دفن ہوئے۔

امام احمد رضا سے تعلقات (۱۳۱۶ھ تا ۱۳۳۰ھ)

تعارف اول:

۱۳۱۶ھ میں امام احمد رضا نے تحریک ندوہ کے رد میں ''فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین'' تصنیف کیا اور تصدیق کے لیے حرمین شریفین کے علما کی خدمت میں بھیجا۔ جس پر ۲۲؍علما نے تصدیقات اور فتوے تحریر کیے، جو ۱۳۱۷ھ میں ممبئی سے شائع ہوا۔ تحریک ندوہ کا کچھ پس منظر بیان کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ ۱۳۱۱ھ/ ۱۸۹۳ء میں مدرسہ فیض عام کان پور میں ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں ہندوستان بھر سے مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے اکابر علما شریک ہوئے جن میں امام احمد رضا بھی شامل تھے۔ شرکا کی تائید سے مولانا محمد علی مونگیری (م ۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۷ء) نے انجمن ندوۃ العلما کی بنیاد رکھی۔ محمد بہاء الدین شاہ کے بہ قول:

فروغ علم اور اتحاد کے پرکشش دعووں تلے قائم ہونے والی اس انجمن کے اصل عزائم جلد ہی سامنے آنے لگے اور اس کے پلیٹ فارم سے نیچری فکر نیز اطاعت حکومت کا پرچار شروع کر دیا گیا۔۱۶؎

اس کے خلاف دینی نظریات کے سبب امام احمد رضا نے علاحدگی اختیار کر لی اور اس

میں شامل علما کی اصلاح کی کوششیں بھی کی۔ بعض تو باز آئے لیکن جو گم رہی پر تلے رہے ان کا پردہ چاک کرنے کے لیے امام احمد رضا نے ''فتاوی الحرمین'' تصنیف کی۔ جس پر مولانا سید اسمٰعیل خلیل مکی نے زبردست تقریظ تحریر کی۔ موصوف اسی توسط سے امام احمد رضا سے پہلی بار واقف ہوئے، اور امام کی دینی بصیرت اور جذبۂ حقانیت سے بہت متاثر ہوئے۔

فتاوی الحرمین پر تقریظ

فتاوی الحرمین پر آپ کی دو تقاریظ ہیں۔ پہلی امام احمد رضا کے ۲۸/سوالات اور ان کے جواب کے ذیل میں ۴/صفحات پر مشتمل ہے۔ دوسری مفتی مدینہ کے جواب کی تصدیق میں سب سے طویل ہے اور ۲۲/صفحات پر مشتمل، تقریظ اول میں امام احمد رضا کی اثابت فکر کو داد دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

فقد اطلعت على اجوبة العلامة الفهامة الشيخ احمد رضا۔ و تحريراته المؤيدة بالكتاب والسنة المرضاة للرب خالق الفضا۔ فوجدتها تامة المعانی والالفاظ۔ التی لا يقدر علی مثلها اكثر الحفاظ۔

علامہ فہامہ مولانا احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جواب اور ان کے نوشتے مؤید بہ سنت و کتاب، وجہ رضائے خالق فضا رب الارباب میری نظر میں آئے۔ میں نے معانی میں کامل اور الفاظ میں تام پائے۔ ایسی تصنیف پر اکثر وہ لوگ قادر نہیں جو حفاظِ علوم کہلائے۔ ۱۷؎

اپنی اس تقریظ کو آپ نے حدیث و نصوص سے آراستہ کیا ہے اور تقریظ دوم کو مستقل تصنیف کہہ لیجیے جو بد مذہب سے اتحاد و تعلق و معاملت پر ۵۰/ کے لگ بھگ دلائل سے مزین ہے، اس سے مولانا سید اسمٰعیل مکی کے استحضار علمی اور جودت طبع کا اندازا ہوتا ہے نیز فن حدیث پر آپ کی گہری نگاہ کا بھی۔

تعارف دوم:

۱۳۲۳ھ میں امام احمد رضا دوسرے سفر حج کو گئے تو یہ سفر آپ کی مقبولیت میں اضافے کا سبب ہوا۔ جید علما نے تفسیر و حدیث کی اسانید طلب کیں اور سلاسل طریقت کی اجازتیں بھی۔ اور شہرت ایسی کہ حضرت مولانا عبدالحق مہاجر مکی فرماتے ہیں:

(امام احمد رضا کو) مکہ معظّمہ میں وہ اعزاز ملا جو کسی کو نصیب نہیں ہوتا۔ ۱۸؎

مولانا عبدالحق مہاجر مکی کے تلمیذ مولانا کریم اللہ الفنجابی فرماتے ہیں:

انی مقيم بالمدينة الامينة منذ سنين وياتيها من الهند الوف من العلمين فيهم علماء وصلحاء اتقياء رأيتهم يدورون فی سكك البلد لا يلتفت اليهم من اهله احدوارى العلماء و الكبار العظماء اليك مهر عين وبالاجلال مسر عين ذٰلك فضل الله يوتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم۔

میں سالہا سال سے مدینہ منورہ میں رہائش پذیر ہوں۔ ہندوستان سے ہزاروں انسان آتے ہیں، ان میں اہل علم، اہل اصلاح، اہل تقویٰ سب ہوتے ہیں، انھیں دیکھا کہ وہ بلدہ مبارکہ کی گلیوں میں گھومتے ہیں، کوئی ان کی طرف دھیان نہیں کرتا لیکن آپ کی مقبولیت کی عجیب شان دیکھتا ہوں کہ بڑے بڑے علما عظما آپ کی طرف دوڑے آرہے ہیں اور تعظیم بجا لانے میں جلدی کر رہے ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے وہ بڑے فضل والا ہے۔ ۱۹؎

امام احمد رضا کے شاگرد و خلیفہ مبلغ اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم میرٹھی (م ۱۲۷۲ھ / ۱۹۵۴ء) نے مشاہدے کی بنیاد پر عمدہ مضمون نظم کیا ہے ؎

عرب میں جا کے ان آنکھوں نے دیکھا جس کی صولت کو
عجم کے واسطے لا ریب وہ قبلہ نما تم ہو

۱۳۱۶ھ میں ''فتاوی الحرمین'' کے توسط سے اکابر مکہ معظّمہ امام احمد رضا کی علمیت کے معترف ہو چکے تھے۔ دوسرے سفر حج میں مناسک حج سے فراغت کے بعد آپ حرم محترم کے کتب خانہ میں حاضر ہوئے جس کے محافظ (نگراں) مولانا سید اسمٰعیل مکی تھے، امام احمد رضا فرماتے ہیں:

پہلے روز جو حاضر ہوا (مولانا) حامد رضا خاں ساتھ تھے، محافظ کتب حرم جو ایک وجیہ و جمیل عالم نبیل مولانا سید اسمٰعیل تھے، یہ پہلا دن ان کی زیارت کا تھا۔ یہ حضرت مثل دیگر اکابر مکہ مکرمہ اس فقیر سے غائبانہ خلوص تام رکھتے تھے جس کا سبب میرا فتویٰ مسمیٰ بہ ''فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین'' تھا کہ سات برس پہلے ۱۳۱۶ھ میں رد ندوہ کے لیے ۲۸/سوال و جواب پر مشتمل جسے میں نے بیس گھنٹے سے کم میں لکھا تھا اور بہ ذریعہ بعض حجاج خادمان دین ان حضرات کے حضور پیش ہوا۔ اور انھوں نے اپنی گراں بہا تقریظات سے اسے مزین فرمایا اور فقیر کو بے شمار اعلیٰ

اعلیٰ درجے کے کلمات دعا وثنا کا شرف دیا۔ اور وہ مع ترجمہ ایک مبسوط کتاب ہو کر بمبئی (سے) ۱۳۱۷ھ میں طبع ہو کر شائع ہو چکا تھا۔ اس وقت سے مولیٰ عزوجل نے اس ذرۂ بے مقدار کی کمال محبت و وقعت ان جلیل قلوب میں ڈال دی تھی مگر ملاقات ظاہری نہ ہوئی تھی۔ ۲۰؎

ہوا یوں کہ امام احمد رضا کتب خانۂ مسجد الحرام میں تشریف لے گئے اور مولانا سید اسمٰعیل مکی سے کچھ کتابیں مطالعہ کو نکلوائیں (اس وقت تک انھیں پتا نہ تھا کہ یہی امام احمد رضا محدث بریلوی ہیں) اس دوران حاضرین میں "قبل زوال رمی" کا مسئلہ چھڑ گیا۔ امام احمد رضا فرماتے ہیں:

مولانا (سید اسمٰعیل) نے فرمایا: یہاں کے علما نے جواز پر فتویٰ دیا ہے۔ (مولانا) حامد رضا خاں سے اس بارے میں گفتگو ہو رہی تھی، مجھ سے استفسار ہوا میں نے کہا: خلاف مذہب ہے، مولانا سید صاحب نے ایک متداول کتاب کا نام لیا کہ اس میں جواز کو علیہ الفتویٰ لکھا ہے، میں نے کہا: ممکن کہ روایت جواز ہو مگر علیہ الفتویٰ ہرگز نہ ہوگا، وہ کتاب لے آئے، مسئلہ نکلا اور اسی صورت سے نکلا جو فقیر نے گزارش کی تھی یعنی اس میں علیہ الفتویٰ کا لفظ نہ تھا، حضرت مولانا (اسمٰعیل) نے (مولانا) حامد رضا خاں سے کان میں جھک کر مجھے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ اور حامد رضا خاں کو بھی نہ جانتے تھے مگر اس وقت گفتگو انھیں سے ہو رہی تھی لہٰذا ان سے پوچھا، انھوں نے میرا نام لیا، نام سنتے ہی حضرت مولانا (سید اسمٰعیل) وہاں سے اٹھ کر بے تابانہ دوڑتے ہوئے آکر فقیر سے لپٹ گئے۔ ۲۱؎

بحث چوں کہ علمی تھی اور تبحر علمی کے جلوے دیکھ لینے کے بعد مولانا سید اسمٰعیل مکی کو اشتیاق ہوا کہ جلیل القدر عالم کون ہیں؟ اتفاق کہ یہ پہلی ملاقات بھی امام احمد رضا کی دقت نظر کے حوالے سے ہوئی، مراسم علمیہ اور محبت و مروت کے اس رشتے کی بابت علامہ محمد حامد رضا خاں (م ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء) رقم طراز ہیں:

مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ نے والد ماجد (امام احمد رضا) کے درمیان اور سید، بزرگ، علامہ، دانش مند، کثیر الفہم، با جمال، مولانا السید اسمٰعیل خلیل محافظ کتب حرم شریف کے درمیان پہلی ملاقات میں چہرے پر نگاہ پڑتے ہی فوق العادۃ "محبت فی اللہ" پیدا فرما دی۔ ۲۲؎

مکہ مکرمہ میں علمی مجالس:

کتب خانۂ مسجد الحرام علما کا گلشن بنا ہوتا۔ امام احمد رضا کتب خانہ میں مولانا سید اسمٰعیل سے ملنے تشریف لے جایا کرتے، علمی موضوعات پر تبادلۂ خیال ہوتا۔ اس کے علاوہ آپ

مفتی احناف علامہ شیخ صالح کمال مکی (۱۲۶۳ھ۔۱۳۳۲ھ) ۲۳؎ مفتی شافعیہ علامہ محمد سعید بابصیل مکی شافعی (۱۲۴۵ھ۔۱۳۳۰ھ) ۲۴؎ اور مولانا عبدالحق مہاجر مکی سے ملاقات کو جاتے جب کہ دیگر علما خود ملاقات کو حاضر ہوتے، امام احمد رضا مولانا سید اسمٰعیل مکی کے تذکرہ میں رقم طراز ہیں:

دعوتوں کے علاوہ صرف چار جگہ ملنے کو جاتا، مولانا شیخ صالح کمال اور شیخ العلما مولانا محمد سعید بابصیل اور مولانا عبدالحق مہاجر الہ آبادی اور کتب خانے میں مولانا سید اسمٰعیل کے پاس رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ ۲۵؎

ذوق زیارت:

جب تک امام احمد رضا مکہ مکرمہ میں مقیم رہے مولانا سید اسمٰعیل مکی روزانہ ملاقات کو تشریف لاتے رہے اور دینی و علمی مسائل پر تبادلۂ خیال ہوتا رہا۔ اس دوران امام احمد رضا کی طبیعت علیل ہو گئی، آپ ہر سے خیال رکھتے۔ درمیان میں دو روز کسی سبب تشریف نہ لا سکے، امام احمد رضا نے فراق سے متعلق تین اشعار لکھ بھیجے، آپ فرماتے ہیں:

جب مرض ہلکا ہوا اور بیماری کا عارضہ کوچ کرنے لگا تو دو دن نہ آئے، اس پر میرے دل میں ان کی زیارت کا شوق اس قدر غالب ہوا جیسے گرمیوں میں پیاسے کو ٹھنڈے پانی کی طلب ہوتی ہے تو میں نے انھیں متوجہ کرنے کے لیے تین اشعار لکھ بھیجے ؎

هٰذانِ يَوْمَانِ مَا فُزْنَا بِطَلْعَتِكُمْ
وَلَوْ قَدَرْنَا جَعَلْنَا رَاْسَنَا قَدَمَا
قَالُوْا لِقَاءُ خَلِيْلٍ لِلْعَلِيْلِ شِفَا
اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ تُبْرُوْالَنَا سَقَمَا
عَوَّدْ تُمُوْ نَا طُلُوْعَ الشَّمْسِ كُلَّ ضُحًى
وَهَلْ سَمِعْتُمْ كَرِيْمًا يَقْطَعُ الْكَرَم

(ترجمہ اشعار)

۱۔ ان دو دنوں میں آپ کے چمکتے چہرے کی زیارت نہ ہو سکی۔ اگر ہم قادر ہوتے تو سر کے بل چل کر خود پہنچتے۔

۲۔ کہتے ہیں مخلص دوست کی ملاقات سے بیمار تندرست ہو جاتا ہے۔ کیا آپ کو پسند نہیں کہ

ہماری بیماری آپ کے ہاتھوں دور ہو۔

۳۔ ہر روز بہ وقت چاشت آفتاب علم وعرفان کی زیارت کا آپ ہی نے عادی بنایا تھا تو کیا آپ نے کسی کریم کی بابت سنا ہے کہ اس نے سلسلۂ کرم منقطع کر دیا ہو۔

پھر کیا تھا خط پڑھتے ہی تشریف لائے۔ عیادت فرمائی، کرم کیا اور خوب کیا۔۲۶؎

مولانا سید اسمٰعیل، امام احمد رضا کی علمی شان کا پورا لحاظ رکھتے تھے، امام احمد رضا سے ملاقات کے خواہش مند اکابر علما ہوتے، امام احمد رضا چاہتے کہ ان علما سے ملنے جائیں لیکن مولانا سید اسمٰعیل کی خواہش ہوتی کہ جب اکثر علما ملاقات کو چل کر آ رہے ہیں تو جنھیں خواہش ہے وہ بھی خود تشریف لائیں۔ ایسا ہی ایک واقعہ امام احمد رضا بیان فرماتے ہیں:

شیخ عبداللہ بن صدیق بن عباس کے کہ اس وقت مفتی حنفیہ تھے اور وہاں مفتی حنفیہ کا منصب شریف (گورنر مکہ مکرمہ) سے دوسرے درجہ میں سمجھا جاتا ہے، اپنے منصب کی جلالت قدر نے انھیں فقیر غریب الوطن کے پاس آنے سے روکا، اپنے ایک شاگرد خاص کو فقیر کے پاس بھیجا کہ حضرت مفتی حنفیہ نے بعد سلام فرمایا ہے کہ میں آپ کی زیارت کا بہت مشتاق ہوں، مولانا سید اسمٰعیل اس وقت میرے پاس بیٹھے تھے، میں نے چاہا کہ حاضری کا وعدہ کروں مگر اللہ اعلم حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کرم نے ان اکابر کے دل میں اس ذرۂ بے مقدار کی کیسی وقعت ڈالی تھی فوراً روکا اور فرمایا: واللہ یہ نہ ہوگا تمام علما ملنے آتے ہیں وہ کیوں نہیں آتے ہیں، ان کی قسم کے سبب مجبور رہا مگر تقدیر الٰہی میں ان سے ملنا تھا اور نئی شان سے تھا۔۲۷؎

امام احمد رضا کی کرنسی نوٹ پر علمائے حرمین کے استفسار پر لکھی گئی کتاب کو کتب خانۂ مسجد الحرام میں مفتی حنفیہ شیخ عبداللہ بن صدیق نے ملاحظہ فرمایا، اس وقت تک آپ کی امام احمد رضا سے ملاقات نہیں تھی۔ امام احمد رضا فرماتے ہیں:

حضرت مولانا سید اسمٰعیل آفندی نے تقریب فرمائی کہ مصنف رسالہ موجود ہے، حضرت مفتی حنفیہ نہایت کرم و اکرام سے ملے اور بہت دیر تک بفضلہٖ تعالیٰ علمی تذکروں کی مجلس گرم رہی۔۲۸؎

اکتساب علمی کی تمنا:

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ دوران قیام مکہ مکرمہ کئی بار علیل ہوئے۔ مولانا سید اسمٰعیل چاہتے تھے کہ آپ کا قیام طویل ہو جائے اور اس طرح استفادے کا موقع مل جائے۔ اس غرض سے

طائف میں قیام کی پیش کش کی تاکہ وہاں کے پرفضا ماحول میں آپ صحت یاب بھی ہو جائیں، امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

وہ حضرات علما بہت اس کے متمنی رہتے کہ کسی طرح میرا وہاں قیام زائد ہو، حضرت مولانا سید اسمٰعیل نے فرمایا: یہاں شدتِ گرمی تمہارے لیے باعث تپ ہے، طائف شریف میں موسم نہایت معتدل اور وہاں میرا مکان بہت پرفضا ہے چلیے گرمی کا موسم وہاں گزاریں میں نے گزارش کی کہ اس حالت مرض میں قابلیت سفر ہو تو سرکار اعظم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہی کی حاضری ہو، ہنس کر فرمایا: میرا مقصود یہ تھا کہ چند مہینے وہاں تنہائی میں رہ کر تم سے کچھ پڑھتے کہ یہاں تو آمد و شد کے ہجوم سے تمہیں فرصت نہیں۔۲۹؎

امام احمد رضا کی اقتدا:

فقہ حنفی میں نماز عصر کا وقت دوسایہ کے مثل گزر کر ہوتا ہے، اس لحاظ سے اول تو حرم شریف میں نماز عصر مصلۂ حنفی پر مطابق بہ فقہ حنفی ہوتی تھی لیکن دوسرے سفر حج میں امام احمد رضا نے اسے خلاف احتیاط دیکھا۔ لہٰذا بعض محتاط علما علاحدہ اہتمام وقت پر فرماتے، مولانا سید اسمٰعیل اور دیگر اکابر نے امام احمد رضا کی اقتدا میں اصرار فرما کر نماز ادا فرمائی، امام احمد رضا فرماتے ہیں:

میں اس بار جماعت عصر میں بہ نیت نفل شریک ہو جاتا اور فرض عصر مثل دوم کے بعد میں حضرت مولانا شیخ صالح کمال، حضرت مولانا سید اسمٰعیل و دیگر بعض محتاطین حنفیہ اپنی جماعت سے پڑھتے جس میں وہ حضرات امامت پر اس فقیر کو مجبور فرماتے۔۳۰؎

بریلی آمد:

علمائے عرب نے امام احمد رضا کی تہ دار شخصیت سے زیادہ نگارشات کا مطالعہ کیا اور علم وفکر کی بنیاد پر آپ کو جانا پہچانا اور مانا۔ اور یہی علمی تفوق نے ان کے دلوں میں آپ کی وہ عظمت ڈال دی کہ وہ شرفِ تلمیذ کے خواہش مند ہوئے، کئی عرب علما اور مولانا سید اسمٰعیل مکی بریلی تشریف لائے اور کچھ عرصہ قیام پذیر رہ کر استفادہ کر کے رخصت ہوئے۔ امام احمد رضا نے مولانا سید اسمٰعیل خلیل مکی کی بریلی آمد کا تذکرہ ''الملفوظ'' میں فرمایا، وہ ۱۳۲۸ھ میں ملاقات کو بریلی آئے اور کچھ دنوں تک مقیم رہ کر علمی استفادہ فرماتے رہے۔۳۱؎

الدولة المكية بالمادة الغيبية (۱۳۲۳ھ)

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے منکرین نے مکہ معظّمہ میں علم پاک پر اعتراض اٹھایا جس

کے جواب کے لیے علمائے حرمین امام احمد رضا سے رجوع ہوئے۔ مولانا شیخ صالح کمال (م ۱۳۳۲ھ) امام وخطیب مسجد الحرام نے امام احمد رضا سے درخواست کی جس پر الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ بہ زبان عربی آٹھ گھنٹے میں تصنیف کی، شیخ الخطبا شیخ ابوالخیر میر داد حنفی (م ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۷ء) کی فرمائش پر علم خمس کی بحث کا اضافہ فرمایا۔

کتاب کثرت دلائل سے آراستہ تھی، علامہ شیخ صالح کمال نے اسے گورنر مکہ مکرمہ کے یہاں علما کی مجلس میں سنایا، کتاب مشہور ومقبول ہوئی، وہابیہ کی فتنہ پردازی پر اوس پڑ گئی، جید علما نے کتاب کی نقلیں لیں اور کثرت سے اس پر تقاریظ لکھی گئیں۔ علامہ حامد رضا خاں رقم طراز ہیں:

حضرت ممدوح کے تذکرہ سے کان خوش ہوئے اور ان کی خوش بوے فضل سے ہر مجلس ومنزل مہک اٹھی، اور ان کے فیض کا شہرہ اطراف آفاق میں بلند ہوا، قلوب بڑے شوق سے ان کے آرزو مند ہوئے، مگر ان کے علوم کی خوش بو پھیلنا اور ان کی مشک مفہوم کا خوب مہکنا رسالۂ مبارکہ الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ ۱۳۲۳ھ سے ہوا۔ ۳۲ے

الدولۃ المکیۃ پر تقریظ:

''الدولۃ المکیۃ'' کے تقریظ نگاروں میں مولانا سید اسمٰعیل مکی کا نام نمایاں ہے، آپ کی تقریظ بہ زبان عربی ۴/صفحات پر مشتمل ہے۔ ۳۳ے اس میں آپ نے ''الدولۃ المکیۃ'' کا جائزہ ۱۰/نکات میں پیش فرمایا ہے، تقریظ کا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے:

شیخنا العلامة المجدد شیخ الاساتذه علی الاطلاق المولوی
الشیخ احمد رضا خاں ۳۴

''الدولۃ المکیۃ'' کے وہ اثرات دیکھے گئے کہ آنکھیں چمک اٹھیں اور مکہ مکرمہ کے اہل علم امام احمد رضا کی طرف مائل ہوئے، تقریظ میں اس کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا احمد رضا مذکور کو عزت دی اور وہابیہ کی ناکیں خاک میں رگڑیں اور علما وطلباے علم نے چار طرف سے انھیں گھیر لیا تو کوئی فائدہ حاصل کرنے کے لیے کوئی سوال کرتا ہے اور کوئی قولِ صحیح دریافت کرنے کے لیے کوئی مسئلہ پیش کرتا ہے اور کوئی اجازت مانگتا ہے۔ ۳۵ے

حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر والمین (۱۳۲۴ھ)

علامہ فضل رسول بدایونی کی کتاب ''المعتقد المنتقد'' پر امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے حاشیہ

لکھا بہ نام ''المعتمد المستند'' اس کا خلاصہ امام احمد رضا نے دوسرے سفر حج ۱۳۲۳ھ میں علماے حرمین کی خدمت میں پیش کیا اور اس میں ہندوستان میں پیدا ہونے والے فرقوں مثلاً قادیانی، نیچری، دیوبندی، غیر مقلد وغیرہم کے عقائد ذکر کیے، اور علماے حرمین سے فتویٰ چاہا، جس پر ۳۳/اکابر علما نے ان باطل فرقوں پر کفر کا فتویٰ عاید کیا۔ اس میں علماے حرمین نے امام احمد رضا کی جرأت ایمانی اور خدمت دینی کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔

حسام الحرمین پر تقریظ:

حسام الحرمین پر مولانا سید اسمٰعیل نے جامع تقریظ لکھی۔ تقریظ سے پہلے آپ کا تعارف ان القاب کے ساتھ کروایا گیا ہے:

غیظ المنافقین۔ وفوز الموافقین۔ حامی السنة واهلها۔ ماحی البدعة وجهلها۔ زینة الزمان وحسنة الاوان۔ مُنشِد خُطَب الکرم۔ محافظ کتب الحرم۔ العلامة الجلیل۔ والفهامة النبیل۔ حضرة مولٰینا السید اسمٰعیل خلیل۔ ۳۶

تقریظ میں گم راہ فرقوں کی بابت مولانا سید اسمٰعیل تحریر فرماتے ہیں:

یہ طائفے جن کا تذکرہ سوال میں واقع ہے غلام احمد قادیانی اور رشید احمد (گنگوہی) اور جو اس کے پیرو ہوں جیسے خلیل احمد انبیٹھی اور اشرف علی وغیرہ ان کے کفر میں کوئی شبہہ نہیں نہ شک کی مجال۔ ۳۷ے

امام احمد رضا کے فضل وکمال اور تبحر علمی کا اعتراف کرتے ہوئے انھیں مجدد قرار دیا اور خراج عقیدت کا انداز تو مسحور کن ہے:

بل اقول لو قیل فی حقه انه مجدد هٰذا القرن لکان حقا و صدقا:

ولیس علی اللہ بمستنکر
ان یجمع العالم فی واحد ۳۸

بلکہ میں کہتا ہوں کہ اگر اس کے حق میں یہ کہا جائے کہ وہ اس صدی کا مجدد ہے تو البتہ حق وصحیح ہو ۔

خدا سے کچھ اس کا اچنبا نہ جان
کہ اک شخص میں جمع ہو سب جہان

امام احمد رضا سے مراسلت:

۱۳۲۳ھ میں امام احمد رضا نے دوسرا سفر حج فرمایا۔ جب حرمین مقدس سے واپس ہوئے تو علماے حرمین کے خطوط و مکاتیب آتے رہے، کسی نے سند اجازت حدیث طلب کی، کسی نے کوئی مسئلہ دریافت کیا، کسی نے یاد دہانی کرائی کہ آپ نے ہند پہنچ کر سند اجازت عطا کرنے کا وعدہ فرمایا تھا، ہم منتظر ہیں۔ مولانا سید اسمٰعیل خلیل مکی نے بھی ۳۰/خطوط لکھے، جو درج کیے جاتے ہیں۔ (خطوط عربی میں ہیں یہاں صرف ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔)

مکتوب اول

۱۲/رجب ۱۳۲۴ھ

(از مکہ مکرمہ)

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا ہے۔ اسی پر میرا بھروسا ہے۔ سب تعریفیں اللہ ہی کو ہیں جو اکیلا ہے۔ درود وسلام ان پر جن کے بعد کوئی نبی نہیں۔ افاضل علما کے بھروسا، اماثل فقہا کے پیشوا، بلاتخصیص جملہ محدثین کے استاذ، ساتوں طبقوں میں محققین کے سردار، میرے آقا، سید، بھروسا بااعتماد، استاذ، جائے پناہ، آج دنیا میں کل حشر میں میرے ذخیرہ، سیدی المولوی الشیخ احمد رضا خاں (رب منان آپ کو باسلامت رکھے) السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ ومغفرتہٗ

اولاً آپ کی طبیعت مبارکہ کی خیریت مطلوب ہے، اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ آپ اور آپ کے پاس کے تمام احباب بخیر و عافیت ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی کافی وافی نعمتیں ہم پر اور آپ پر اترتی رہیں۔

ثانیاً مدینہ منورہ (علیٰ صاحبہا افضل الصلوٰۃ والسلام) کے علما کی خوش نما تقاریظ پر آپ کا مکتوب گرامی موصول ہوا، پڑھا تو خوشیاں اور مسرتیں بڑھتی گئیں، تلاوت کی تو آنسوؤں اور لمبے لمبے سانسوں کا سلسلہ دراز ہوتا گیا۔ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ سب کچھ شدت اشتیاق کی وجہ سے ہے یا اس لیے کہ بہ وقت مطالعہ آپ کے وصال و ملاقات سے محرومی تھی۔ ہم نے بے قرار جانوں کو سمجھایا اور تسلی دی کہ تمہاری آرزو پوری ہو چکی ہے کہ با اعتماد آقا (مولانا احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ) اپنے رب معبود سے جو مطلوب و مقصود (حاضری مواجہ عالیہ) چاہتے تھے وہ پورا ہو چکا ہے (کہ ایں نیز مراد ماست) اور اس وقت ان کی توجہ بھی حاصل ہے (کہ ان کا مرسلہ مکتوب زیر مطالعہ ہے)

تو پھر اس قدر بے قراری کیوں؟ اس پر بے قرار جانیں مطمئن ہوئیں، انھیں خوشی اور قرار نصیب ہوا۔ اللہ عز سبحانہٗ سے دعا ہے کہ سید البریہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے طفیل ہمیں آپ کے پرنور چہرے کی زیارت سے زیادہ دیر محروم نہ رکھے، الحمدللہ کہ پرسوں جدہ کے تاجر عثمان عبدالستار میمنی نے آ کر بتایا کہ جس جہاز سے آپ روانہ ہوئے تھے وہ بخیریت بمبئی پہنچ گیا ہے، انھیں یہ خبر بہ ذریعہ ٹیلی گرام معلوم ہوئی تھی۔ بخیریت پہنچنے کی خبر سے جب ہماری مراد و آرزو پوری ہوئی تو میں نے اپنی ذات کو ندا کر کے خوش خبری سنائی اور مبارک باد دی۔ حق سبحانہٗ سے سوال ہے کہ نبی کریم (علیہ التحیۃ والتسلیم) اور سورۃ الفاتحہ کے طفیل آپ کو تادیر باعافیت رکھے۔ یہ لو اس کے بعد اے آقا! ہماری خبر یہ ہے کہ آپ کو رخصت کرنے کے دن سے سب سلامتی کے ساتھ ہیں، امید کہ آپ بھی بمشیتہٖ تعالیٰ باسلامت ہوں گے۔

مسئلہ ''نوٹ'' کے متعلق آپ کا رسالہ (**کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم**) شیخ احمد ابوالخیر کی خدمت میں لے گیا اور وہیں چھوڑ آیا، پھر تین دن بعد ان کے پاس گیا تو انھیں رسالہ کی بابت از حد خوش پایا۔ وہ حمد الٰہی بجا لاتے ہیں کہ اس زمانہ میں آپ جیسا عالم دین موجود ہے۔ فرماتے ہیں: میں نے آج تک مولانا احمد رضا جیسا عالم، فصیح، معلومات میں وسیع الباع، ستھری اور عمدہ تحریر والا شخص نہیں دیکھا۔ پھر فرمایا: بیٹا! بے شک شیخ (احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ) نے رسالہ میں بالکل صحیح و درست طریقہ اختیار کیا ہے، اگر کوئی مبتلائے شبہات ان کے رسالہ کا مطالعہ کرے گا تو اس کے دل میں کوئی شبہہ نہ رہے گا، اور سیدی شیخ صالح کمال تو ہر مجلس میں آپ کے کمالات بیان کرتے رہتے ہیں، الحمدللہ کہ آپ نے سرزمین حرمین میں دو (علمی) ستون قائم فرما دیے، وہ ستون کیسے عظیم الشان ہیں (۱۔ **الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ** ۲۔ **کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم**) خدا تعالیٰ نے چاہا تو آپ کا چرچا عام ہوگا۔ ہم وار و نا ہم وار زمین کے باشندے اور دور و نزدیک والے سب آپ کے فضل و کمال سے آگاہی پائیں گے کیوں کہ ہمارا شہر (مکہ مکرمہ) تمام شہروں کے لیے ماں (اصل) ہے اور ماں اولاد کی طرح (ناقدر شناس) نہیں۔ والد محترم سید خلیل آفندی، بھائی مصطفی (آفندی) حضرت مولانا عبدالحق، مولانا شیخ صالح کمال، شیخ اسعد دھان، ان کے بھائی، شیخ عبدالرحمن، سید محمد المرزوقی، شیخ بکر رفیع سب سلام عرض کرتے ہیں اور آپ کی دعا کے طلب گار ہیں، ہماری طرف سے آپ کے دونوں کرم فرما بھائیوں کو، ہمارے مکرم برادر شیخ حامد رضا کو، ان کے محترم برادر شیخ مصطفی رضا کو، آپ کے جلیل القدر بھتیجے (مولانا حسنین رضا) کو سلام (اللہ تعالیٰ

ان سب کو اور ہم کو فتوحات بخشے، تقویٰ مرحمت فرمائے اور ہماری اس دعا پر ''آمین'' کہنے والے پر رحمتیں اتارے) اور اے عزت والے آقا! میں آپ سے پر امید ہوں کہ نیک دعاؤں کے وقت مجھے نہ بھولیں گے کیوں کہ میں آپ کا تیسرا فرزند ہوں۔ جس طرح کہ ہم بہ وقت دعا آپ کو نہیں بھولتے بلکہ کعبہ معظّمہ میں اور مشاعر عظام میں آپ کے لیے دعا کرنا ہم پر لازم ہے والسلام، (اپنی پسند سے بہتر حالت پر رہو اور لمبی عمر پاؤ) ۔

وما الفضل الا خاتم انت فصّه
وعفوك نقش الفص فاختم به عذری

(ترجمہ شعر) فضیلت انگشتری ہے، آپ اس کے نگینہ ہیں، آپ کا معافی دینا نگینے کا نقش ہے تو اس انگشتری کے ساتھ میرا عذر قبول کرنے کی مہر لگا دیجیے۔

ودمتم والسلام

آپ کا فرزند، محافظ کتب حرم سید محمد اسمٰعیل بن سید خلیل ۳۹ھ

تبصرہ:

اس میں چند باتیں معلوم ہوئیں: مولانا سید اسمٰعیل مکی آپ کو اپنا استاذ مانتے تھے، انھیں مسرت ہوئی کہ امام احمد رضا نے ہند پہنچ کر خط لکھا، اور بہ عافیت ہند سے حجاز پہنچ گئے، یہ اطلاع دی کہ تصنیف رضا ''کفل الفقیہ'' پر علامہ شیخ ابوالخیر میرداد مکی (۱۲۵۹ھ-۱۳۳۵ھ) مسرور ہیں اور کہتے ہیں کہ: ''اس زمانہ میں آپ جیسا عالم دین موجود ہے۔'' اور حضرت شیخ صالح کمال (۱۲۶۳ھ-۱۳۳۲ھ) کا ذکر کرتے ہیں کہ وہ ہر مجلس میں آپ (محدث بریلوی) کے کمالات بیان کرتے ہیں۔ موصوف نے مکتوب میں محدث بریلوی کی دو تصانیف ''الدولۃ المکیۃ'' اور ''کفل الفقیہ'' کو ''سرزمین حرمین میں دو علمی ستون'' سے تعبیر کیا ہے۔ اور خود کو امام احمد رضا کا فرزند کہلوانا باعث عزت وسعادت جانا ہے۔

مکتوب دوم

۱۶رذی الحجہ ۱۳۲۵ھ

(از مکہ مکرمہ)

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو اکیلا ہے اور درود وسلام ان پر جن کے بعد کوئی نبی نہیں۔ شیخ الاسلام جن کا کوئی مزاحم نہیں۔ یگانۂ روزگار جس میں اختلاف نہیں۔ ہمارے شیخ، استاذ،

جائے پناہ، قائد، دنیا وآخرت میں سہارا دینے والے الشیخ احمد رضا خاں (خداے مہربان واحسان کنندہ آں موصوف کو باسلامت رکھے) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

اولاً ہم آپ کی ستھری ذات کی اور ہر اس کی خیریت پوچھتے ہیں جو پیاری طلعت رضویہ کے گھیرے میں ہے۔ باری تعالیٰ سے امید ہے کہ آپ بھی اور آپ کے حلقے کے تمام افراد بھی بخیر وعافیت ہوں گے۔ ہم کو اور آپ کو مولا تعالیٰ وافی کافی نعمتیں بخشے۔

ثانیاً اے ہمارے سردار! آپ نے بہ طور نمونہ اپنے فتاویٰ کے چند اوراق عطا کیے تھے ہم اللہ عز شانہٗ سے امید رکھتے ہیں کہ آپ کو فتویٰ نویسی میں مزید سہولتیں بخشے گا اور فتاویٰ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے اوقات میں برکت عطا فرمائے گا۔ کیوں کہ یہ فتویٰ اعتنا واہتمام کے لائق ہے (اللہ تعالیٰ اسے آپ کے لیے توشۂ آخرت بنائے) قسم بہ خدا میں بالکل سچ کہتا ہوں، اگر امام اعظم نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ آپ کا فتویٰ ملاحظہ فرماتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور اس کے مولف کو (آپ کو) اپنے خاص شاگردوں میں شامل فرماتے۔ مگر افسوس ہے کہ فتاویٰ کے وہ الفاظ ہم نہیں سمجھ سکے جو غیر عربی ہیں اور ان کا عربی میں ترجمہ نہیں ہوا۔ اے میرے سردار! میں آپ کی خدمت میں اللہ عظیم کی قسم دے کر بوسیلہ حبیب کریم (علیه التحیة والتسلیم) عرض کرتا ہوں کہ آپ اپنا فضل واحسان ہمیں اور ہر نعمانی المذہب (حنفی) پر مکمل فرمائیں اور غیر عربی الفاظ کا عربی میں ترجمہ کر دیں۔ پھر اگر ترجمہ تھوڑا ہو تو صرف حاشیہ پر لکھا جائے اور اگر حاشیہ کی برداشت سے باہر تو الگ کاغذ پر لکھ کر اسے دو صفحوں کے درمیان میں رکھ دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی کوشش مشکور اور عمل مقبول فرمائے، آپ نے مجھ حقیر سے اور میرے بھائی سے وعدہ فرمایا تھا کہ اپنی مرویات کی سندیں بھیجیں گے۔ وہ سند ابھی تک نہیں پہنچی، تو کیا جو آپ سے زیادہ قریب تھے وہ زیادہ دور ہو گئے یا ہمیں بالکل ہی بھلا دیا گیا ہے۔ نیز حضرت کو معلوم ہے کہ میں ان تحریرات کا محتاج ہوں جو آپ نے ''حاشیۂ ابن عابدین'' پر افادہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو محسنین میں شامل فرمائے۔ سیدی والد ماجد اور بھائی مصطفیٰ سلام پیش کرتے ہیں۔ ہماری جانب (سے) آپ کے صاحب زادگان شیخ حامد رضا اور شیخ مصطفیٰ رضا کی خدمت میں سلام۔ یہاں سے شیخ اسعد دھان، اور ان کے بھائی نیز شیخ بکر رفیع سلام عرض کرتے ہیں۔ باری تعالیٰ معبود برحق سے امید رکھتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمارے لیے آپ کی عمر دراز فرمائے اپنے اس نبی کے طفیل جو حامد بھی ہیں اور محمود بھی۔ اور یہ بھی دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے گرد وپیش کے تمام احباب کو ہر خائن اور ہر حاسد کے شر سے بچائے۔ آمین اللہ تعالیٰ

درود بھیجے سلام اتارے ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل واصحاب پر۔ ۱۶/ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ

دعا گو آپ کا فرزند

محافظ کتب حرم السید اسمٰعیل بن خلیل ۴۰؎

تبصرہ:

امام احمد رضا نے اپنے چند فتاویٰ مولانا سید اسمٰعیل کو عطا کیے تھے، جنھیں مطالعہ کرنے کے بعد موصوف امام کی فقہی بصیرت کے دل سے قائل ہو گئے اور اس خط میں استدعا کی کہ اپنے وہ فتاویٰ جو دوسری زبان (اردو) میں ہیں انھیں عربی میں ترجمہ فرما دیں تا کہ عرب علما بھی بہ خوبی استفادہ کر سکیں،

موصوف کا یہ تاثر ''اگر امام اعظم نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کا فتویٰ ملاحظہ فرماتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور اس کے مولف کو اپنے خاص شاگردوں میں شامل فرماتے۔'' امام احمد رضا کی فقہی بصیرت کو زبر دست خراج عقیدت ہے، خط کا ایک مقصد سند حدیث کی طلب ہے اور اس میں اپنے گہرے تعلقات کا حوالہ بھی دیا ہے،

حاشیۂ ابن عابدین شامی از امام احمد رضا (بنام: جد الممتار علیٰ رد المحتار) کی طلب سے اندازا ہوتا ہے کہ علماے عرب تصانیف رضا کے کس قدر شیدا و والہ اور شائق تھے۔

مکتوب سوم

۱۳۳۰ھ

(از مکہ مکرمہ)

حضرت جناب سیدی خاتمۃ الفقہاء والمحدثین اطال اللہ بقاءکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب سیدنا محمد ﷺ کے طفیل آپ کو آفات سے محفوظ رکھے، آمین!

آپ سے جدا ہو گیا مگر دل نہ چاہتا تھا، کیا کریں دستور زمانہ یہی ہے، کئی بار سوچا کہ پھر حاضر خدمت ہوں لیکن ماں اور بھائی ضعیف ہو گئے ہیں جن کی خدمت کے لیے مجبوراً جانا پڑ رہا ہے ورنہ دل تو یہ چاہتا ہے کہ مرتے دم تک آپ کی چوکھٹ پر پڑا رہوں اور آپ کے حضور حاضر رہوں۔

میں جمعہ کے روز نماز کے وقت بمبئی پہنچا، حاجی محمد قاسم صاحب میرے ٹیلی گرام کے مطابق اسٹیشن پر انتظار میں تھے، وہ اپنے گھر لے گئے، میں نے خیال کیا شاید ان کے بال بچے یہیں ہوں گے لیکن رات کو معلوم ہوا کہ میری وجہ سے پورا گھر خالی کرا دیا ہے، اس پر مجھے خوشی تو ہوئی مگر ساتھ ہی اپنے نفس پر ملامت کرتے ہوئے میں نے کہا کہ تو لوگوں پر کیسا بوجھ ہے کیا ہر جگہ ایسا ہی کرے گا؟

حاجی صاحب اپنے لڑکوں کے ساتھ ہمارے پاس رہتے ہیں اور بے حد خدمت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ انھیں صلہ عطا فرمائے، آمین!

حضور! حاجی صاحب نہایت ہی عبادت گزار ہیں، رات کو صرف دو گھنٹے سوتے ہیں، باقی رات نماز اور تلاوت قرآن میں گزار دیتے ہیں، کاروباری انہماک کے باوجود اتنی محنت و ریاضت کرتے ہیں۔

میری طرف سے حضرت مولانا حامد رضا صاحب، حضرت مولانا مصطفیٰ رضا صاحب اور حاجی کفایت اللہ صاحب کو تحفۂ سلام قبول ہو۔ ان حضرات نے میرے ساتھ جو احسان کیا ہے اس کا بدلہ میں نہیں دے سکتا، اللہ تعالیٰ ہی اس کا صلہ عطا فرمائے، میری جانب سے میری والدہ یعنی مولانا حامد رضا خاں اور مولانا مصطفیٰ رضا صاحب کی والدہ سلام قبول فرمائیں، ان کا ذکر تو مناسب نہیں لیکن میں اپنے آپ کو آپ کا تیسرا فرزند شمار کرتا ہوں...... ان سے فرمائیں کہ اس سعادت سے مجھے نوازیں، میں آپ کے احسانات کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔ دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ آپ کو خوب خوب نوازے اور روز محشر میرا دستگیر بنائے۔ آمین!

آپ کا بیٹا

حافظ کتب (حرم) اسمٰعیل ۴۱؎

تبصرہ:

یہ موصوف کا امام احمد رضا کے نام آخری مکتوب ہے جس میں دوران قیام بریلی آپ کی مہمان نوازی کا ذکر ہے اور بارگاہ رضا سے مزید اکتساب کی تمنا ہے، آپ ۱۳۲۸ھ میں بریلی حاضر ہوئے اور واپسی کے بعد اسے لکھا پھر ۱۳۳۰ھ میں حیات مستعار کے ایام پورے کر کے جہان آخرت کا سفر کیا اور بارگاہ رضا میں باریابی کا موقع دوبارہ نہ مل سکا، اس میں بھی امام احمد رضا سے رشتۂ محبت کا خوب پتا چلتا ہے گویا مولانا سید اسمٰعیل امام ممدوح کے فرزند تھے۔

سند اجازت حدیث

علمائے حرمین کی طلب پر امام احمد رضا نے سند اجازت حدیث جاری فرمائے جو ''الاجازات المتینة لعلماء بکة والمدینة'' (۱۳۲۴ھ) میں مطبوع ہیں، علم حدیث وتفسیر میں امام احمد رضا کا پایہ بہت بلند تھا، اس میں آپ کی مہارت کا اعتراف علمائے عالم اسلام بلکہ حرمین مقدس کے علما نے بھی کیا ہے، چناں چہ علامہ یٰسٓ احمد الخیاری مدرس حرم نبوی فرماتے ہیں:

وھو امام المحدثین ۲۴

''وہ محدثین کے امام ہیں''

علامہ سید اسمٰعیل مکی نے اپنے ۱۶/ذی الحجہ کے مکتوب میں سند اجازت طلب فرمائی ہے، امام احمد رضا نے ان کے لیے تفصیلی سند تحریر کی جو ۱۷/شوال ۱۳۲۶ھ کو بہ ذریعہ زائرین بھیجی گئی، اور یہی سند آپ کے بھائی علامہ سید مصطفیٰ خلیل مکی کو بھی عطا کی، سند اجازت کے اخیر میں بڑے عمدہ انداز میں مولانا سید اسمٰعیل کا آپ نے تذکرہ فرمایا، یہ محبت و تعلق کا ایک خوب صورت اور ستھرا انداز ہے، امام احمد رضا نے فصیح عربی میں ''صنعت ترشیح'' میں ۵/اشعار لکھے جن کے پہلے حروف کو جوڑنے پر ''اسمٰعیل خلیل'' بنتا ہے، ملاحظہ کریں:

الله ارسل للخلال خليلا
سدالخلال ولم يخل خليلا
منحت بنوه خلال خيرٍ طبقةً
عن طبقة وتعم جيلاً جيلا
يا عزّبيت جاء فيه المصطفى
للمصطفى العزّالجليل انيلا
خلت القرون وما خلاذاالبيت من
لطف الا له ولن يرى تحويلا
يمن الخليل مع الحبيب توافقا
ليديمه الرب الجليل جليلا

(ترجمہ اشعار)

۱۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی حاجت برآری کے لیے اپنا خلیل (علیہ السلام) بھیجا۔ انھوں نے رخنے بند کیے اور کسی محتاج کو اپنے کرم سے محروم نہ رکھا۔

۲۔ ان کی اولاد کو بھی بہترین خصلتیں عطا ہوئیں اور وہ خصلتیں ہر قبیلہ تک پہنچیں۔

۳۔ کس قدر بزرگی والا ہے وہ گھرانہ جس میں محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ظہور ہوا۔ بڑی عزت تو مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے مخصوص ہے۔

۴۔ صدیاں گزر گئیں اس گھرانے پر ہمیشہ اللہ کا لطف و کرم رہا اور آئندہ بھی اس کی مہربانیاں ان سے نہ پھریں گی۔

۵۔ خلیل کی برکت حبیب کے ساتھ موافقت کیے ہوئے ہے تا کہ رب جلیل اسے ہمیشہ کے لیے بڑے مرتبے پر رکھے۔ ۴۳؎

ان اشعار میں روانی و شگفتگی سے امام کی عربی دانی اور فصاحت کا اندازا ہوتا ہے، اور یہ کہ آپ برجستہ عربی میں شعر نظم کر لیتے تھے۔ یوں ہی ان میں سادات کی عظمت و تکریم کا پہلو بھی ہے اس لیے کہ مولانا سید اسمٰعیل مکی بھی سادات گھرانے سے تھے جسے آپ نے ''گھرانۂ خلیلی'' سے معنون کیا ہے۔

اسی سند میں امام احمد رضا اپنے مضبوط و مستحکم تعلقات پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

اگر میں ان سے محبت رکھتا ہوں تو اس کا سبب ظاہر ہے کیوں کہ انسان نیکی (کرنے والے) کا غلام ہوتا ہے اور میرا ممدوح نیکی کرنے میں کام یاب ہوا بلکہ اس نے حسن خُلق بھی اور حسن خَلق بھی دونوں خوبیاں حاصل کیں، اور یہ دو خوبیاں مخلوق کی دل کشی میں عجب کمال رکھتی ہیں۔ ۴۴؎

سند اجازت حدیث میں امام احمد رضا نے مولانا سید اسمٰعیل کو عمدہ اور مرصع القاب و آداب سے نوازا ہے۔ اور آپ کی چمکتی سیرت، دمکتی صورت، مہکتی عقل کو خوب صورت الفاظ کا پیرہن دیا ہے جس کا انداز نرالا ہے، یہاں ترجمہ کی جھلک دیکھیں اور محسوس کریں کہ امام احمد رضا کی شان بے نیازی کا کیا عالم تھا کہ جسے دین کی اشاعت میں مستعد پایا اس کی شان بیان کی، عمدہ کلمات اور خطابات سے یاد کیا، جسے دین کا سچا داعی دیکھا اس کا حوصلہ بڑھایا، خدمات کا

اعتراف کیا۔ اور سیادت کا بھی ادب بجالایا، بہر حال بات چل رہی تھی حضرت سید اسمٰعیل مکی کے لیے امام احمد رضا کے عطا کردہ القاب کی اس کا ایک گوشہ ملاحظہ کریں:

ہاں! تو اے میرے پیارے، میرے حبیب، میری مراد، میرے طبیب، میری عقل، میرے ہوش مند، اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک، میری زیبائش کے موتی، میرے سر کے تاج، میری جان کی رونق، آپ نے اور آپ کے بھائی سید مصطفی نے جو نجابت و شرافت کے، حسب و نسب کے، عقل اور دانائی کے مالک اور وفاداری، صدق شعاری، صفا پسندی سے موصوف ہیں۔ ۴۵؎

اس میں محبت کا جو جمال ہے وہ اظہار کر رہا ہے کہ محدث بریلوی کا معیار محبت و عداوت الٰہی و رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھا، جو ان کا وفادار وہ لائق محبت اور جو دشمن وہ لائق نفرت، محبت و احترام کے یہ جذبات جو قلم رضا سے مولانا سید اسمٰعیل خلیل مکی کے لیے رواں ہوئے گویا وہ کہہ رہے ہیں ؎

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

مولانا سید اسمٰعیل مکی کے والد ماجد مولانا سید خلیل آفندی مکی بھی امام احمد رضا کا احترام و اکرام فرماتے تھے اور بڑے قدر داں تھے، ان کی محبت و شفقت کا ذکر آپ نے سند اجازت میں فرمایا ہے جس سے ان کے مخلصانہ تعلقات اور مشفقانہ احوال کا اندازا ہوتا ہے، فرماتے ہیں:

میں نے دونوں باپ بیٹا (مولانا سید اسمٰعیل و مولانا سید خلیل) کی پیشانیوں میں (سعادت ابدی کی ایسی روشنیاں چمکتی دیکھی ہیں جو اِنَّكَ تَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ کے افق کی خوش بوؤں میں طلوع ہونے والے آفتاب کی کرنوں سے پیدا ہوئی ہیں۔ ۴۶؎

ایک طرف امام احمد رضا مدینہ منورہ اور مکہ معظّمہ سے نسبت و تعلق رکھنے والے علماے حق کی شان میں اپنی زبان کو تر کر رہے تھے، دوسری طرف عرب کے جید علما، علم و فن کی بزم کے خوشہ چیں امام ممدوح کی علمی شان، فکری آن بان، کو عمدہ الفاظ میں خراج عقیدت پیش کر رہے تھے، عہد رضا کے بعد بہت کوششیں ہوئیں کہ امام احمد رضا کے تذکرے ختم کروا دیے جائیں، ان کی دینی و علمی خدمات کا شہرہ سمٹ کر رہ جائے، اس کے لیے جھوٹ کا سہارا لیا گیا...... افترا پردازی کی گئی...... وہ کہا گیا جو ہوا نہیں...... وہ بولا گیا جس کا سچ سے تعلق نہیں، افسوس ان

صاحبوں پر ہے جو علم رکھتے ہوئے بھی حق تلاش نہیں کرتے اور سنی سنائی پر کان دھر لیتے ہیں، جب کہ تحقیق کے بعد ہی کوئی راے قائم ہونی چاہیے یہ ایک علمی تقاضا ہے۔ عرب میں ذکر رضا ختم کرنے کی کوشش کی گئی، کتابیں لکھی اور چھاپی گئیں لیکن عرب ہی میں اس کی شان کا وہ غلغلہ بلند ہوا، اس کے علم کا شہرہ ہوا کہ زبان اعتراف کرتی ہے ؎

سب یہ صدقہ ہے عرب کے جگمگاتے چاند کا
نام روشن اے رضا جس نے تمہارا کر دیا

ڈاکٹر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں:

الحمد للہ جزیرۂ عرب میں امام احمد رضا کا اثر تھا، اب پھر عود کرتا جا رہا ہے، دلوں میں محبتیں پوشیدہ ہیں، جہاں پابندیاں ہیں وہاں بھی محبت کی مہک آ رہی ہے۔ ۴۷؎

ایک واقعہ:

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ جب کہ مکہ معظّمہ میں موجود تھے مولوی خلیل انبیٹھی بھی وہاں موجود تھا، چوں کہ علماے مکہ اس کی تحریری گستاخی پر متنبہ ہو چکے تھے، اس نے اپنی بات بنانے کی کوشش کی اور علامہ شیخ صالح کمال مکی کی خدمت میں نذر لے کر حاضر ہوا اور صفائی دی، اپنے لکھے سے انکار کی جرأت کی، علامہ کمال اس کی چال سمجھ گئے، انھوں نے کہا کہ تمہاری کتاب ’براہین قاطعہ‘ چھپ کر شائع ہو چکی ہے اور میرے پاس موجود ہے، انبیٹھی نے کہا: حضرت کیا کفر سے توبہ قبول نہیں ہوتی؟ فرمایا ہوتی ہے، مولانا (صالح کمال مکی) نے چاہا کسی مترجم کو بلائیں اور ’’براہین قاطعہ‘‘ انبیٹھی صاحب کو دکھا کر ان کلمات کا اقرار کروا کر توبہ لیں مگر انبیٹھی صاحب رات ہی میں جدہ کو فرار ہو گئے۔ ۴۸؎

مولانا صالح کمال نے اپنے دوست مولانا سید اسمٰعیل مکی کو اس واقعہ کی اطلاع کا خط بھیجا جسے آپ نے امام احمد رضا کی خدمت میں بھیج دیا اس خط کا تذکرہ ’’الملفوظ‘‘ میں امام احمد رضا نے مولانا اسمٰعیل مکی کے حوالے سے کیا ہے، خط عربی میں ہے، ابتدا میں اعلیٰ القاب سے مولانا سید اسمٰعیل مکی کو خطاب کیا گیا ہے:

صاحب الفضيلة والاخلاق والمحبة الجميلة حضرة السيد
اسمٰعيل افندی حافظ الكتب ۴۹؎

مولانا سید اسمٰعیل کی علمی جلالت علماے حرمین کے نزدیک مسلّم تھی اس کا اظہار مذکورہ

واقعہ سے بھی ہوتا ہے، علاوہ ازیں آپ کے کتب خانے میں اکابر علما تشریف لاتے تھے، امام احمد رضا حاضری کا اہتمام فرماتے تھے جس کا تذکرہ گزرا۔

خلاصۂ کلام:

اللہ کریم کا فضل امام احمد رضا محدث بریلوی پر برسا...... جھوم کر برسا، وہ عالم اسلام میں مقبول ہو گئے...... دلوں میں بس گئے...... مرجع العلما ہو گئے...... کئی اعتبارات سے شان ہویدا ہوئی، علمی اعتبار سے...... دین پر ثابت قدمی کے اعتبار سے...... اور باطل فرقوں کی بیخ کنی کے اعتبار سے...... عشق رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اعتبار سے...... اور محبت و عشق رسالت مآب علیہ الصلاۃ والسلام کا تو معاملہ یہ ہے کہ اس کا اعتراف اپنوں نے ہی نہیں بے گانوں نے بھی کیا ہے...... انھوں نے نبی سے محبت سکھائی، اسی کی دعوت دی...... ان کی آواز صدا بہ صحرا ثابت نہیں ہوئی بلکہ علم کے ایوانوں میں گونجی...... فکر کے گلستانوں میں پھیلی ...... دانش گاہوں میں پہنچی...... خوش بو پھیلتی ہے...... اور ایسی کہ روح سرشار ہو جاتی ہے......

ایک عرصے تک مسموم فضا تیار کی گئی...... لیکن! مطالعہ خیر سے شر کو الگ کر دیتا ہے، اور حق آشکارا ہو جاتا ہے...... جب حقایق کھلے تو آنکھیں محو حیرت ہو گئیں...... زبان گن گنانے لگی...... کیف و سرور کے جذبات غالب آئے، اور محدث بریلوی کے الفاظ درِ دل پہ دستک دینے لگے ؎

اے رضؔا جان عنادل ترے نغموں کے نثار
بلبل باغ مدینہ ترا کہنا کیا ہے

دل کھنچے چلے آ رہے ہیں، طبیعتیں مائل ہو رہی ہیں...... حجاز مقدس میں امام احمد رضا کا چرچا ان کے عہد میں تھا ہی، اب پھر ایک بار فکر کے غنچے کھلتے محسوس ہو رہے ہیں...... مصر و شام، لبنان و عراق کی فضا امام احمد رضا کی دینی خدمات کے ذکر سے گونج رہی ہے...... ابھی حال کی بات ہے، امام احمد رضا کے نبیرہ تاج الشریعہ علامہ اختر رضا ازہری مصر تشریف لے گئے...... علمائے ازہر نے امام احمد رضا کے حوالے سے آپ سے استفادہ فرمایا...... آپ کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ''فخر ازہر ایوارڈ'' عطا کیا...... جسے علامہ ازہری نے امام احمد رضا کا فیض قرار دیا۔

ضرورت ہے کہ علمائے عرب سے امام احمد رضا کے تعلقات کو تلاش کر کے سلک تحریر

میں پرویا جائے...... جستجو کی جائے...... کڑیاں ملائی جائیں...... حقایق نکالے جائیں...... موتی یک جا کیے جائیں...... راقم نے اس مقالے میں صرف مولانا سید اسمٰعیل مکی کے امام احمد رضا سے تعلقات پر روشنی ڈالی وہ بھی مختصراً، یہ موضوع ایسا نہیں کہ محض چند صفحات میں مکمل ہو جائے اس کے لیے ڈاکٹریٹ طرز کے مقالہ کی ضرورت ہے۔ امید کہ تحقیق کی راہ کا کوئی مسافر اس منزل شوق کی تلاش میں قدموں کو جنبش دے گا۔ جس کے اثرات دور تک محسوس کیے جائیں گے، اور کیوں نہیں وہ ذات تو وہ ہے جس سے متعلق مولانا محمد یوسف افغانی مکی نے واقعی بات کہی:

الذی افتخر بوجودہ الزمان۵۰ ؎
''وہ جس کے وجود پر زمانہ کو ناز ہے۔''

حواشی وحوالے

(۱) محمد بہاء الدین شاہ، امام احمد رضا اور علماے مکہ مکرمہ، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۲۰۰۶ء، ص ۵۴

(۲) محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، تقدیم، اکرام امام احمد رضا، مرتب پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، ادارۂ مسعودیہ کراچی ۲۰۰۴ء، ص ۹

(۳) محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، آئینۂ رضویات، مرتب عبدالستار طاہر مسعودی، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۲۰۰۴ء، ج ۴، ص ۲۲

(۴) عبدالنبی کوکب، قاضی، مقالات یوم رضا، ج ۳، ص ۱۰، بہ حوالہ اقبال مسلک رضا کے آئینے میں، رضا اسلامک اکیڈمی بریلی، ص ۱۷

(۵) برہان الدین رضوی، علامہ، اکرام امام احمد رضا، مرتب پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، ادارۂ مسعودیہ کراچی ۲۰۰۴ء، ص ۶۰

(۶) احمد رضا بریلوی، امام، الملفوظ، مرتب مفتی اعظم علامہ مصطفی رضا نوری، رضا اکیڈمی ممبئی ۲۰۰۶ء، حصہ دوم، ص ۱۵۲

(۷) ملاحظہ فرمائیں: (الف) حسام الحرمین (حصۂ تصدیقات) مطبوعہ ممبئی
(ب) الدولۃ المکیہ (حصۂ تصدیقات) مطبوعہ ممبئی

(۸) ظفرالدین بہاری، علامہ، حیات اعلیٰ حضرت، مرتب پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، مکتبۂ نبویہ لاہور ۲۰۰۳ء، ج ۱، ص ۱۰۱۱۔۱۰۱۲

(۹) محمد بہاء الدین شاہ، امام احمد رضا اور علماے مکہ مکرمہ، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۲۰۰۶ء، ص ۲۷۷

(۱۰) محمد حامد رضا خاں، علامہ، تمہید، الاجازات المتینۃ، مشمولہ رسائل رضویہ، ادارۂ اشاعت تصنیفات رضا بریلی (س ن)، مترجم مولانا احسان الحق قادری، ص ۹۷

(۱۱) محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، امام احمد رضا اور عالم اسلام، ادارۂ مسعودیہ کراچی ۲۰۰۰ء، ص ۲۲

(۱۲) پاک و ہند اور ترکی سے الدولۃ المکیۃ کے عربی متن اور اردو ترجمہ کے متعدد ایڈیشن شائع ہوئے۔
(امام احمد رضا اور علماے مکہ، از محمد بہاء الدین شاہ، ص ۱۶۵)

(۱۳) المعتقد المنتقد مع المعتمد المستند کا عربی سے اردو ترجمہ تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری مدظلہ العالی نے فرمایا ہے جو بڑا فصیح اور جامع ہے، ساتھ ہی حاشیے میں علامہ ازہری نے مفید اضافے فرمائے جس کی اشاعت بریلی و ممبئی سے ہوئی ہے۔

(۱۴) عبدالحق انصاری، Supporters of Hussam al Harmain مشمولہ حسام الحرمین (انگریزی ایڈیشن)، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۲۰۰۵ء، ص ۲۸۔۲۹ ملخصاً

نوٹ: مولانا سید اسمٰعیل خلیل مکی کے زیادہ حالات دست یاب نہ ہو سکے۔ محمد بہاء الدین شاہ نے اپنی تحقیقی کتاب ''امام احمد رضا اور علماے مکہ'' (مطبوعہ) میں آپ کا برائے نام تذکرہ کیا۔ موصوف کو آئندہ اس موضوع پر بھی لکھنا چاہیے۔ تاکہ آپ کی علمی خدمات کے وہ گوشے سامنے آئیں جو اب تک پردے میں ہیں۔

(۱۵) محمد بہاء الدین شاہ، امام احمد رضا اور علماے مکہ، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۲۰۰۶ء، ص ۳۴

نوٹ: مولانا عبدالحق مہاجر مکی نے امام احمد رضا کی تصانیف ''الدولۃ المکیۃ'' اور ''حسام الحرمین'' پر تقاریظ لکھیں۔ جو مطبوع ہیں۔

(۱۶) حوالہ سابق، ص ۲۷۵

(۱۷) احمد رضا بریلوی، امام، فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین، رضا اکیڈمی ممبئی ۱۴۱۸ھ، ص ۱۳۱۔۱۳۲

(۱۸) احمد رضا بریلوی، امام، الملفوظ، مرتب مفتی اعظم علامہ مصطفی رضا خاں، رضا اکیڈمی ممبئی ۲۰۰۶ء، حصہ دوم، ص ۱۸۱

(۱۹) محمد حامد رضا خاں، علامہ، تمہید، الاجازات المتینۃ، مشمولہ رسائل رضویہ، ادارۂ اشاعت تصنیفات رضا بریلی (س ن)، مترجم مولانا احسان الحق قادری، ص ۱۰۲۔۱۰۳

(۲۰) احمد رضا بریلوی، امام، الملفوظ، مرتب مفتی اعظم علامہ مصطفی رضا خاں، رضا اکیڈمی ممبئی ۲۰۰۶ء، حصہ دوم، ص ۱۴۹۔۱۵۰

(۲۱) حوالۂ سابق

(۲۲) محمد حامد رضا خاں، علامہ، تمہید، الاجازات المتینۃ، مشمولہ رسائل رضویہ، ادارۂ اشاعت تصنیفات رضا بریلی (س ن)، مترجم مولانا احسان الحق قادری، ص ۱۰۱

(۲۳) مفتی احناف مولانا شیخ صالح کمال نے امام احمد رضا کی عربی تصانیف الدولۃ المکیۃ، حسام الحرمین اور فتاوی الحرمین پر تقاریظ لکھیں جو مطبوع ہیں۔

(۲۴) مفتی شافعیہ مولانا محمد سعید بابصیل نے بھی امام احمد رضا کی عربی تصانیف الدولۃ المکیۃ، حسام الحرمین اور فتاوی الحرمین پر تقاریظ لکھیں جو مطبوع ہیں۔

(۲۵) احمد رضا بریلوی، امام، الملفوظ، مرتب مفتی اعظم علامہ مصطفی رضا خاں، رضا اکیڈمی ممبئ ۲۰۰۶ء، حصہ دوم، ص ۱۵۸۔۱۵۹

(۲۶) احمد رضا خاں، امام، الاجازات المتینۃ، مشمولہ رسائل رضویہ، ادارۂ اشاعت تصنیفات رضا بریلی (س ن)، مترجم مولانا احسان الحق قادری، ص ۱۳۹ تا ۱۴۱

(۲۷) احمد رضا بریلوی، امام، الملفوظ، مرتب مفتی اعظم علامہ مصطفی رضا خاں، رضا اکیڈمی ممبئ ۲۰۰۶ء، حصہ دوم، ص ۱۶۰

(۲۸) احمد رضا بریلوی، امام، کفل الفقیہ، عرفی نام: کرنسی نوٹ کے مسائل، مترجم علامہ حامد رضا خاں، ادارۂ افکارحق بائسی بہار ۱۹۹۳ء، ص ۱۶۱

(۲۹) احمد رضا بریلوی، امام، الملفوظ، مرتب مفتی اعظم علامہ مصطفی رضا خاں، رضا اکیڈمی ممبئ ۲۰۰۶ء، حصہ دوم، ص ۱۶۵۔۱۶۶

(۳۰) حوالۂ سابق، ص ۱۶۷

(۳۱) ملاحظہ فرمائیں: الملفوظ، طبع ممبئ، ص ۱۶۲

(۳۲) حامد رضا خاں، علامہ، تعارف کفل الفقیہ، ادارۂ افکارحق بائسی بہار ۲۰۰۶ء، ص ۱۶

(۳۳) ملاحظہ فرمائیں: الدولۃ المکیۃ، حصہ تقاریظ، رضا اکیڈمی ممبئ ۲۰۰۶ء، ص ۱۹۷ تا ۲۰۰

نوٹ: اس ایڈیشن میں ۵۷ رعلمائے حرمین کی تقاریظ ہیں جب کہ ایک اطلاع کے مطابق تمام تقاریظ کی تعداد ۷۷ رہے یا اس بھی زائد۔ بعض غیر مطبوعہ تقاریظ ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے ''امام احمد رضا اور عالم اسلام'' مطبوعہ ادارۂ مسعودیہ کراچی میں شائع کر دی ہیں۔

(۳۴) حوالۂ سابق، ص ۱۹۷

(۳۵) حوالۂ سابق، ص ۷

(۳۶) احمد رضا بریلوی، امام، حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر والمین (اردو ترجمہ)، رضا اکیڈمی ممبئ ۲۰۰۹ء، ص ۱۰۵۔۱۰۶

(۳۷) حوالۂ سابق، ص ۱۰۶۔۱۰۷

(۳۸) حوالۂ سابق، ص ۱۰۸۔۱۰۹

(۳۹) احمد رضا خاں، امام، الاجازات المتینۃ، مشمولہ رسائل رضویہ، ادارۂ اشاعت تصنیفات رضا بریلی (س ن)، مترجم مولانا احسان الحق قادری، ص ۱۰۹ تا ۱۳۱

(۴۰) حوالۂ سابق، ص ۱۰۷۔۱۰۹

(۴۱) محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، امام احمد رضا اور عالم اسلام، ادارۂ مسعودیہ کراچی ۲۰۰۰ء، ص ۱۵۱۔۱۵۲

نوٹ: مسعود ملت نے اپنی کتاب کے ص ۹۱۔۹۲ پر اصل خط کا عکس دیا ہے...... اس مکتوب کا سن ۱۳۳۰ھ ہے، مولانا سید اسمٰعیل کا وصال ۱۳۳۰ھ میں استنبول میں ہوا، اس کی ایک دلیل امام احمد رضا کا یہ ارشاد ہے: حضرت مولانا سید اسمٰعیل کو اللہ تعالیٰ جنت عالیہ نصیب فرمائے میری واپسی حج کے چند سال بعد ۱۳۲۸ھ میں مجھ سے ملنے آئے...... یہاں سے جاتے ہی انھیں سفر باب عالی کی ضرورت ہوئی اور مشیت الٰہی کہ وہیں انتقال فرمایا۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ۔ (الملفوظ، حصہ دوم، ص ۱۶۲) بعض نے آپ کے وصال کا سنہ ۱۳۲۹ھ اور بعض نے ۱۳۳۸ھ لکھا ہے جو صحیح نہیں معلوم ہوتا۔

(۴۲) ملاحظہ فرمائیں: الدولۃ المکیۃ، حصہ تقاریظ، رضا اکیڈمی ممبئ ۲۰۰۶ء، ص ۳۵۹

(۴۳) احمد رضا خاں، امام، الاجازات المتینۃ، مشمولہ رسائل رضویہ، ادارۂ اشاعت تصنیفات رضا بریلی (س ن)، مترجم مولانا احسان الحق قادری، ص ۱۳۶ تا ۱۳۹

(۴۴) حوالۂ سابق، ص ۱۳۹

(۴۵) حوالۂ سابق، ص ۱۴۲۔۱۴۳

(۴۶) حوالۂ سابق، ص ۱۴۱۔۱۴۳

نوٹ: مولانا احسان الحق قادری ''الاجازات المتینۃ'' کے حاشیے (ص ۲۲۷) میں: اِنَّکَ تَحْمِلُ الْکَلَّ وَتَکْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتُعِیْنُ عَلٰی نَوَائِبِ الْحَقِّ کے تحت لکھتے ہیں: ام المومنین سیدتنا خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اکرم علیہ الصلاۃ والسلام کی شان میں یہ الفاظ کہے تھے، ترجمہ یہ ہے: ''آپ بے سہاروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، ضرورت مندوں کی ضرورت کما کر پوری کرتے ہیں۔ راہِ حق میں پیش آنے والی مصیبتوں میں مدد دیتے ہیں۔'' (بخاری شریف، ص ۳، ج ۱) اور بعینہٖ یہی الفاظ ابن الدغنۃ نے سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں عرض کیے تھے۔ (بخاری شریف، ص ۵۵۲)

(۴۷) محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، امام احمد رضا اور عالم اسلام، ادارۂ مسعودیہ کراچی ۲۰۰۰ء، ص ۲۷

(۴۸) احمد رضا بریلوی، امام، الملفوظ، مرتب مفتی اعظم علامہ مصطفی رضا خاں، رضا اکیڈمی ممبئ ۲۰۰۶ء، حصہ دوم، ص ۱۵۶

(۴۹) حوالۂ سابق (حاشیہ)

(۵۰) احمد رضا بریلوی، امام، حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر والمین (اردو ترجمہ)، رضا اکیڈمی ممبئ ۲۰۰۹ء، ص ۱۴۰